AL-MISBAH
RESEARCH JOURNAL
Recognized in "Y" Category Journal by HEC
ISSN (Online): 2790-8828. ISSN (Print): 2790-881X.

Volume IV, Issue II, Homepage: https://reinci.com/ojs3308/index.php/almisbah/index

Category Y

Link:https://hjrs.hec.gov.pk/index.php?r=site%2Fresult&id=1089437#journal_result

**Article:** اردو طنزیہ ومزاحیہ شعراء کی نگاہ میں عصرِحاضر کی نوجوان نسل

**Authors & Affiliations:**
[1] **Dr. Saadia Iftikhar**
*Assistant Professor, Govt Associate College for Women Dhoke Hassu, Rawalpindi.*

**Email Add:** [1] drsaadiaiftikhar75@gmail.com

**ORCID ID:** [1] https://orcid.org/0009-0008-4632-4752

**Published:** 2024-04-23

**Article DOI:** https://doi.org/10.5281/zenodo.12734895

**Citation:** Dr. Saadia Iftikhar. 2024. " اردو طنزیہ و مزاحیہ شعراء کی نگاہ میں عصر حاضر کی نوجوان نسل: TODAY'S YOUNG GENERATION IN THE EYES OF URDU SATIRICAL AND HUMOROUS POETS". AL MISBAH RESEARCH JOURNAL 4 (02):38-49. https://reinci.com/ojs3308/index.php/almisbah/article/view/266.

**Copyright's info:** Copyright (c) 2023 AL MISBAH RESEARCH JOURNAL

CC BY

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

ASIAN Research Index
INTERNATIONAL Scientific Indexing
EuroPub
Academic Resource Index ResearchBib
BASE
DRJI
OCLC WorldCat
SOCIETY FOR INDEXING AND IMPACT FACTOR SERVICE ROOTINDEXING
Google Scholar

Published by Institute of Culture and Ideology, Islamabad.
+92-313-305-2561, +92-300-030-9933
www.almisbah.info
REINCI
Purifying Culture & Ideology with Divine Guidance

AL-MISBAH RESEARCH JOURNAL
Vol.4, No.2, June-2024
Page no: 38-49

# اردو طنزیہ و مزاحیہ شعراء کی نگاہ میں عصرِ حاضر کی نوجوان نسل

# TODAY'S YOUNG GENERATION IN THE EYES OF URDU SATIRICAL AND HUMOROUS POETS

*Dr. Saadia Iftikhar

## ABSTRACT

In our society youth has become naughty. Attitudes and tendencies of the young generation have completely changed because of globalization and rapidly increasing the influence of western civilization. Due to which many Urdu poets have tried to highlight this issue through the techniques of humour and irony so that people manage to understand this social issue. Through their poetry, these poets have manged to inculcate norms and values of the society. In the changing scenario of the world, only connecting with the traditions and values of the past can sustain our identity as a nation. Our poets have written about this sensitive issue very artfully. Through humour and irony, they have revealed bitter realities of our society and have tried to direct our attention towards these evils in the society that should be the main concern of all of us now. In this regard, many poets have reflected the behavior of the youth in their words and tried to draw attention to the reasons due to which the young generation is rapidly losing its traditions. In this paper, it has been analyzed that how Urdu poets deal with new generation's behavior in their poetry and try to reform them.

**Key Words:** *Society, Youth, Traditions, Bitter Realities, Norms.*

ازدواجی زندگی میں میاں بیوی کے درمیان میں بچے پُل کا کام سرانجام دیتے ہیں۔ میاں بیوی کی ازدواجی زندگی میں ہونے والی اونچ نیچ میں بچے اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ جہاں برتن ہوتے ہیں وہاں اُن کے کھڑکنے کی آوازیں بھی سنائی دیتی ہیں۔ اسی طرح میاں بیوی کے درمیان ہونے والے لڑائی جھگڑوں میں یہ بچے صلیب احمد کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ ان بچوں کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری دونوں پر عائد ہوتی ہے۔ موجودہ زمانے میں دیکھا جائے تو ماں باپ بچوں کو دنیا جہان کی آسائشیں مہیا کرنے میں اتنے مصروف ہو چکے ہیں کہ یہی چیز انہیں اولاد سے دور کرتی چلی جا رہی ہے۔ انسان مادی ترقی میں اخلاق و آداب سے مُبرا ہوتا چلا جا رہا ہے۔ اولاد کی تعلیم و تربیت جو ماں باپ دونوں کی ذمہ داری ہے لیکن ہمارے معاشرے کی بے حسی کہہ لیں یا مردانہ زعم کہ اس کی ساری ذمہ داری عورت

* Assistant Professor, Govt Associate College for Women Dhoke Hassu, Rawalpindi.

پر ڈال دی جاتی ہے۔ اگر اولاد خدا نخواستہ بگڑ جائے تو سارا الزام بیوی کو ٹھہرایا جاتا ہے۔ تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے لیکن بچوں کی تربیت کی تمام ذمہ داری عورت کے نازک کندھوں پر ڈال دی جاتی ہے جس کی وجہ سے خاندان میں لڑائی جھگڑے ہوتے ہیں۔ بچے ماں باپ سے متنفر دکھائی دیتے ہیں۔ اور وہ دیگر سرگرمیوں میں پناہ ڈھونڈتے ہیں جو انہیں ماں باپ سے دور کرنے کا باعث بن رہی ہیں۔ گھروں میں موبائل فون، انٹرنیٹ، گیمز اور دیگر سرگرمیوں کا بڑھتا ہوا رجحان دوریاں پیدا کرنے کا سبب بن رہا ہے۔ ہمارے شعراء کرام نے گھروں میں ہونے والی انہی نوک جھونک کو طنزیہ و مزاحیہ پیرائے میں بیان کرنے کی سعی کی ہے جس کا مقصد یہاں معاشرے کی ان خرابیوں کی طرف نشاندہی کرتے ہوئے ہلکے پھلکے انداز میں تفریح و تعفن بھی مہیا کرنا ہے۔

آج کل کی نوجوان نسل پڑھائی کی طرف کم اور انٹرنیٹ پر عشق و عاشقی کرتی ہوئی زیادہ نظر آتی ہے۔ سرفراز شاہد ایسے ہی والدین کو ہلکے پھلکے انداز میں انگریزی زبان کی پیوندکاری کرتے ہوئے تنبیہ کر رہے ہیں۔

ے "اپنے اپنے ٹھاٹھ پہ یارو! دنیا والے خوش رہتے ہیں

کمپیوٹر کے صدقے جائیں، بچے انٹرنیٹ پہ آئیں

چیٹ کریں اور عشق لڑائیں، ممی ڈیڈی خیر منائیں"[1]

آج کل کی نوجوان نسل سکول کی دنیا سے کالج کی دنیا میں قدم رکھتے ہیں تو ان کے کُل پرزے نکل آتے ہیں۔ کالج میں کم اور لڑکیوں کے ارد گرد منڈلاتے ہوئے زیادہ پائے جاتے ہیں۔ اطہر شاہ خان جیدی اپنے قطعے میں کچھ ایسا ہی منظر دکھا رہے ہیں:

ے "داخلہ اس نے کالج میں کیا لے لیا

لڑکیوں میں بڑا معتبر ہو گیا

کھڑکیوں سے نظر اس کی ہٹتی نہیں

میرا بیٹا تو بالغ نظر ہو گیا"[2]

ہماری نوجوان نسل نے علامہ اقبال کی نصیحت " دیارِ عشق میں اپنا مقام پیدا کر" کا جو استعمال کیا ہے اس نے والدین کو لاجواب کر دیا ہے۔ ماں باپ بچوں کو محبوب کی گلی کے چکر کاٹتے ہوئے دیکھتے ہیں تو وہ اقبال کے اس مصرعے کی مکمل تائید کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ جسے گلزار بخاری نے تحریف نگاری کے انداز میں استعمال کیا ہے۔

؎ "کھڑا کوئے نگاراں میں دیکھ کر اس کو
کہا پدر نے کہ بیٹا نہ مجھ کو رسوا کر
ملا جواب کہ ہے قول شاعر مشرق
"دیار عشق میں اپنا مقام پیدا کر"[۳]

آج کل کے والدین اپنے بچوں کے انہی کرتوتوں کی وجہ سے معاشرے میں پہچانے جاتے ہیں۔ کسی نہ کسی چکر میں یا خود گرفتار ہو جاتے ہیں یا والدین کو تھانے کی ہوا کھانی پڑتی ہے۔ سید ضمیر جعفری اپنے قطعہ میں والدین کی اسی انفرادیت کا ذکر کچھ اس انداز میں کر رہے ہیں۔

؎ "خیر کی بات خیر جانے دو
منفرد تو ہوئے زمانے میں
جب سے کالج گیا ہے نور نظر
والد محترم ہیں تھانے میں"[۴]

ممتاز مفتی سید ضمیر جعفری کے حوالے سے کچھ یوں رقم طراز ہیں:

" ضمیر کے کلام کی سطر سطر بولتی ہے۔ بات ایسی لطافت سے قاری تک پہنچتی ہے کہ چُبھتی نہیں۔ گدگداتی ہے فرحت کا احساس چھوڑ جاتی ہے۔ ضمیر جعفری واحد مزاح نگار شاعر ہے جس نے طنز کی واہ واہ کو نظر انداز کر دیا۔ ضمیر طنز کرے بھی تو وہ اتنی لطیف ہوتی ہے کہ چبھتی نہیں۔ "[۵]

بدلتے ہوئے حالات و واقعات نے نوجوان نسل کو جس طرح بگاڑ دیا ہے نوجوان نسل بے راہ روی کی طرف گامزن ہوتی چلی جا رہی ہے۔ ماں باپ بچوں سے یہ اُمیدیں لگائے بیٹھے ہوئے ہیں کہ وہ پڑھ لکھ کر ان کا سہارا بنیں گے جبکہ ان کا دل کتاب میں لگتا ہی نہیں ہے۔ نیاز سواتی نے علامہ اقبال کے مصرعے " تیرا دل تو ہے صنم آشنا، تجھے کیا ملے گا نماز میں " کی پیروڈی اسی حوالے سے کی ہے:

ے

"میں نے اپنے بیٹے سے جب کہا ،کہ تو پڑھتا کیوں نہیں پاگلا
میری بات اس نے جب یہ سنی، تو کہا یہ مجھ سے جواب میں
میں کتاب پڑھتا ہوں جب کبھی، تو صدا یہ آتی ہے اس گھڑی
" تیرا دل تو ہے فلم آشنا ، تجھے کیا ملے گا کتاب میں "[۶]

نیاز سواتی نے " صنم " کی جگہ " فلم " اور " نماز " کی جگہ "کتاب " کی تحریف نگاری کر کے آج کل کی نوجوان نسل کے خیالات کی عمدہ عکاسی کی ہے جو واقعی ہم سب کے لیے لمحۂ فکریہ بھی ہے۔

ناچ گانے اور کیبل نے ہماری نئی پُود کو بگاڑا ہے۔ ہماری نئی پود اِس چنگل میں اس طرح پھنسی ہے کہ اب نکلنا ناممکن ہے۔ جیسے اب بچے کی ماں اُسے فون پکڑا دیتی ہے اور اب بچہ رات کو ماں کی گود میں لوریاں اور کہانیاں نہیں سنتا بلکہ اس کی نظروں کے سامنے کترینہ کیف گھومتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ جسے وہ جب دیکھنا شروع کرتا ہے تو کئی گھنٹوں گزر جاتے ہیں اور اس کے دل و دماغ پر ٹی وی اور فلموں کے گانے اور منظر گھوم رہے ہوتے ہیں۔ معاشرے کی اِسی تلخی کی بارے میں کئی شعراء نے لکھا ہے جس میں سرفراز شاہد نے اِسی تلخ حقیقت کو یوں بیان کیا ہے:

ے

"ٹی وی کے اک اک چینل سے گانوں کا دریا بہتا ہے
یہ ظالم بچارا ناظر ہی بس اپنی جان پر سہتا ہے
اب رات کو سونے سے پہلے پپو ممی سے کہتا ہے
" میرے سامنے والی کھڑکی میں ایک چاند سا چہرہ رہتا ہے"[۷]

بیہودہ فلمیں اور پروگرام دیکھ دیکھ کر ہماری نوجوان نسل دین سے دور ہوتی چلی جارہی ہے جس میں والدین کا بھی ہاتھ ہے کیونکہ آج کل کی مائیں بچوں کو دین کی تعلیم دینے کے بجائے پیدا ہوتے ہی اس کے ہاتھ میں موبائل تھما دیتی ہیں۔ وہ انہی رقص و سرور کو دیکھتے ہوئے پروان چڑھتا ہے۔ماں باپ سے جو سوال جواب کرتا ہے اس کی عکاسی افضل پارس اپنے قطعہ "مضرِ صحت" میں یوں کر رہے ہیں:

ے "یوں تبدیل کیے ہیں بچے کیبل جیسی لعنت نے
پانچ سال کا بچہ پوچھے دن آئیں کب ہولی کے
اور ذرا تم ابّا مجھ کو یہ بھی بات بتاؤ نا !!
جس لڑکی نے چولی پہنی ،پیچھے کیا ہے چولی کے"[۸]

بزرگوں کا احترام ہمارے مذہب کے ساتھ ساتھ ہمارے کلچر کا خاصا بھی رہا ہے لیکن آج کل کی نوجوان نسل کے اندر ماں باپ اور بزرگوں کا احترام شاذ و نادر ہی دکھائی دیتا ہے۔ ماں باپ پر بھی آوازیں کستے ہیں جن سے اونچی آواز سے بات کرنے سے بھی منع کیا گیا ہے۔ اس کو یہ ترقی یا تہذیب یافتہ ہونے کی علامت سمجھتے ہیں۔ مرزا محمود سرحدی نے " نئی پود" کے قطعہ میں اِسی موضوع کو طنزیہ اور سوالیہ انداز میں بیان کر کے ہمارے زوال پذیر ہونے کے نشاندہی کی ہے:

ے "ہمیں حیرانگی تھی اس لیے ہم پوچھ ہی بیٹھے
یہ لڑکے شیخ جی، کیوں آپ پر آواز کستے ہیں
کہا ہنس کر، کہ بھائی یہ ترقی کا زمانہ ہے
میں کیا شے ہوں، یہ اپنے باپ پر آواز کستے ہیں"[۹]

ایک زمانہ تھا جب ماں باپ بچوں کی تعلیم و تربیت کی خاطر ان کو مار بھی لیتے تھے۔ان کے مارنے کا مقصد صرف ان کی بہترین تربیت کرنا تھا لیکن آج کل کے والدین بچوں کو مارنا تو دور کی بات ان کو کچھ کہنے سے بھی ڈرتے ہیں۔ کیونکہ آج کل کے بچے اتنے بد لحاظ ہو چکے ہیں کہ اُنہیں اگر کوئی معمولی بات بھی کہی جائے تو فوراً سے جواب دیتے ہیں۔اور والدین کو بھی بات کرتے

ہوئے یہی خوف ہوتا ہے کہ کہیں اولاد ان کے سامنے سینہ تان کر نہ کھڑی ہو جائے تو وہ پھر کیا کریں گے۔ مجذوب چشتی "ناحلف اولاد" کے قطعہ میں علامہ اقبال کے مصرعے کو بطور تضمین استعمال کر کے آج کل کے والدین کے جذبات کے عکاسی کی ہے۔ طنز کے انداز میں ہم سب کے لیے سوچنے کا مقام بھی ہے۔

ے "خدا محفوظ رکھے نا حلف اولاد سے سب کو
دعا مانگو کہ بیوی بھی کہیں مشکل نہ بن جائے
مرمت میں نے کرنی چھوڑ دی ہے اپنے بیٹے کی
"کہ یہ ٹوٹا ہوا تارہ مہ کامل نہ بن جائے"[١٠]

والدین جس بیٹے کی آرزو میں منتیں مرادیں مانگتے ہیں۔ وہی بیٹا جب معاشرے میں منہ دکھانے کے قابل نہ چھوڑے۔ اُن کا آخری سہارا ہو لیکن اس کے کرتوتوں کی وجہ سے ماں باپ گریہ وزاری پر مجبور ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ سے شکوہ شکایت کرنا شروع کر دیں کہ یہ بیٹا تو میرا بھی باپ نکلا۔ لیاقت علی لیاقت قطعہ "پتر" میں ایسے ہی ماں باپ کو آہ وزاری پنجابی الفاظ کی پیوندکاری کے ساتھ یوں بیان کرتے ہیں:

ے "ملکاں اپنے پتر کے کرتوتوں سے"بہوں" ہی تنگ تھا
کہتا پھرتا تھا یہ ہائے میری کم بختی جو نکلا
مولا تیرے کم ہیں نرالے تو ہی کرے اور تو جانے
میں نے تو پتر مانگا تھا پر ایہہ مرا ہی" پیو" نکلا "[١١]

نوجوان کسی بھی ملک کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی مانند ہوتے ہیں جس پر اس ملک و ملت کی معیشت کا انحصار ہوتا ہے۔ اس حوالے سے دیکھا جائے تو ہمارا شمار ان خوش قسمت ممالک میں ہوتا ہے جن کی تقریباً ٦٠ فیصد آبادی (١٥ سے ٣٠) سال کے نوجوانوں پر مشتمل ہے جو کسی بھی ملک کو بام عروج تک پہنچانے کے لیے کافی ہے۔ لیکن اس کے برعکس دیکھا جائے تو ہماری نوجوان نسل جس بے راہ روی کا شکار ہے۔ اس کی بنیادی وجوہات میں سے ایک وجہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد نوکری کا نہ ملنا ہے جس کی وجہ سے ہماری

نوجوان نسل یہ راہِ فرار اختیار کرتی ہے کہ وہ باہر کا خواب دیکھنا شروع کر دیتی ہے۔ ماں باپ کی جمع پونجی خرچ کر کے جب وہ باہر جاتی ہے تو بوڑھے والدین کی آنکھیں ترس جاتی ہیں۔ اُن کی واپسی کی راہ دیکھتے دیکھتے وہ اُس اُمید پر اپنی اولاد کو باہر بھیجتے ہیں کہ وہ باہر جا کر ڈالر کما کر ہمیں بھیجیں گے۔ بظاہر وہ اعلیٰ تعلیم کے لیے جاتے ہیں لیکن ماں باپ کو جس بات کا ڈر ہوتا ہے وہی ڈر حقیقت کا روپ دھار لیتا ہے کہ یہ نوجوان جلد از جلد دولت حاصل کرنے کے چکر میں کسی نہ کسی میم سے شادی کر لیتے ہیں۔ اس طرح انہیں نیشنلٹی بھی مل جاتی ہے اُس کے ساتھ ساتھ ہم بھی یعنی ایک تیر سے دو شکار۔ اسی اندازِ بیان کے حوالے سے نوجوانوں پر طنز کرتے ہوئے ڈاکٹر انعام الحق جاوید کہتے ہیں:

ے " وہ ڈگری کی بجائے میم لے کر لوٹ آیا ہے
ملا تھا داخلہ جس کو سمندر پار کالج میں"[۱۲]

ہماری نوجوان نسل نوکری نہ ملنے کی وجہ سے ہر وہ حربہ اختیار کرنے کو تیار ہے جس کی بدولت اُسے پیسہ ملتا ہے۔ چاہے ملٹی پرپز ویزا حاصل کرنے کے لیے اُسے کسی لنگڑی، لولی لڑکی ہی سے شادی کیوں نہ کرنی پڑ جائے امریکہ کا مستقل ویزا حاصل کرنے کے لیے سب کچھ کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ ضیاء الحق قاسمی "ہم کو امریکہ کا ویزہ" میں اِیسے ہی نوجوانوں کا تذکرہ کر رہے ہیں۔ جن کو امریکہ کا ویزہ حاصل کرنے کے لیے جو بھی پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔ وہ اس سب کے لیے خوشی خوشی تیار ہوتے ہیں:

ے "ہم کو امریکہ کا ویزہ پلٹی مل تو مل گیا
چھ مہینے رہ سکیں گے یہ اشاہ ہے ہمیں
اور رکنا ہو تو شادی کر کے رک سکتے ہیں ہم
لولی ، لنگڑی اور کانی گوارا ہے ہمیں"[۱۳]

والدین اپنی ساری جمع پونجی صرف اس لیے لگاتے ہیں کہ اُن کا بیٹا اُن کے بڑھاپے کا سہارا بنے گا۔ نوجوان نسل جیسے ہی بڑی ہوتی ہے باہر جانے کے خواب دیکھنا شروع کر دیتی ہے۔ ماں باپ اپنا خون پسینہ ایک کر کے اس کو باہر اس لیے بھیجتے ہیں کہ وہ ہمارے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک بنے گا۔ اس کے برعکس وہ باہر جا کر میم سے شادی کر کے اپنی خوش گپیوں میں مصروف ہو جاتا ہے۔ اس کی اِنہی عیاشیوں کا تذکرہ لیاقت علی لیاقت نے اپنے قطعہ "بیٹا" میں طنزیہ انداز میں کچھ یوں کیا ہے:

ے "بیٹے کو لوگ کہتے ہیں آنکھوں کا نور ہے"
پر آج کل کے دور میں آنکھوں سے دور ہے
یورپ کے قہوہ خانوں میں جا کر دیکھیے
ہر بیٹے کے بغل میں چمکتی سی حور ہے"[۱۴]

فردوس کوثر لیاقت علی لیاقت کے حوالے سے لکھتی ہیں:

" لیاقت علی لیاقت نے اپنی ظریفانہ شاعری میں طنز و مزاح کی آمیزش کو بے حد اعتدال میں رکھنے کی کوشش کی ہے۔یہی وجہ ہے کہ ان کی مزاحیہ شاعری میں بے اعتدالی اور برائی کی نشاندہی بھی ہو جاتی ہے اور قاری پر یہ نشاندہی گراں بھی نہیں گزرتی۔"[۱۵]

دورِ جدید نے ہمارے معاشرتی ڈھانچے کو بدل کر ہی رکھ دیا ہے۔ ہماری روایات و اقدار کو اِس جدید دور نے روند کر رکھ دیا ہے اور اس بات پر ہم فخر محسوس کرتے ہیں کہ یہ جدید دور کا تقاضا ہے۔ ہم اِس جدید دور کی آڑ میں مغربی ممالک کے رنگ میں رنگتے چلے جا رہے ہیں وہاں جس طرح والدین کو اولڈ ہوم بھیج دیا جاتا ہے اسی طرح ہمارے بچے بھی انہی والدین کو جو اُن کے لیے اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کر چکے ہوتے ہیں جب انہیں ان کے سہارے کی ضرورت ہوتی ہے تو یہ ان کو اپنے پاس رکھنے کے بجائے اولڈ ہوم بھیج دیتے ہیں۔ او پھر اس میں انہیں کوئی ملامت بھی نہیں ہوتی، بلکہ فخر سے کہتے ہیں کہ یہ جدید دور کا تقاضا ہے۔ جدید دور جہاں بہت چیزوں کو انسانوں کے لیے آسان بنا رہا ہے وہیں وہ منفی تاثر بھی پیدا کر رہا ہے اور یہ منفعیت ہماری نوجوان نسل میں بگاڑ کا سبب بن رہی ہے۔ ڈاکٹر مظہر عباس رضوی بھی ایسے ہی روشن خیال بچوں کا تذکرہ طنزیہ انداز میں کر رہے ہیں جو اپنے بیوی بچے رکھنے کو تیار ہیں لیکن والدین کی انہیں کوئی پرواہ نہیں۔ اتنی ناخلف اور بے حس اولاد ہو چکی ہے۔

ے "ہو رہی ہے اس طرح بچوں کی اب تو پرورش
سرزنش سب کی کریں اپنے پتر کی خیر ہے
شرم کیسی ہے مجھے یہ دور ہے دورِ جدید

بیوی بچے پاس رکھ "فادر مدر" کی خیر ہے"[۱۶]

ہماری آج کی نوجوان نسل ماں باپ کی خدمت کرنے سے تو کتراتے ہیں۔ اپنے وطن اور والدین کو چھوڑ کر باہر کے ملک میں نوکری کرنے جاتے ہیں۔ وہاں ان کے خواب کس طرح چکنا چور ہوتے ہیں وہاں گوریوں سے شادی کر لیتے ہیں اور گھر بیٹھ کر ان کے نوکر بن کر ان کی خدمت خاطر کرتے ہیں۔ ماں باپ یہ سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ ان کا بیٹا وہاں بہت بڑا افسر بنا ہوا ہے۔ وہ اس خوش فہمی میں جی رہے ہوتے ہیں کہ وہ ہمارے لیے محنت کر رہا ہے۔ سید ضمیر جعفری نے "خوش فہمی" قطعہ میں طنزیہ و مزاحیہ کے پیرائے میں ان والدین کی خوش فہمی دور کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

ے "امریکہ بھیج کر یہ سمجھتے تھے والدین
جب ملک ہے سپر تو سپر ہو گیا بشیر
حالات جو بشیر نے لکھے والدین کو
حالات یہ تھے "بے بی سٹر" ہو گیا بشیر"[۱۷]

ایک زمانہ تھا والدین اپنے بچوں کو پروان چڑھتا ہوا دیکھ کر خوش ہوتے تھے کہ جیسے جیسے یہ بڑے ہوتے جا رہے ہیں ہمارے بڑھاپے کا سہارا بنیں گے۔ مائیں اپنے اولاد کے صدقے واری جاتی تھیں ۔ ان کو نظر بد سے بچانے کی دعائیں کرتی تھیں لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بچے اس ترقی یافتہ دور میں ماں باپ سے دور ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ ماں باپ کے پاس اولاد کے لیے اور اولاد کے پاس ماں باپ کے لیے وقت نہیں ہے۔ اولاد بھی یہ چیزیں والدین سے ہی سیکھتی ہے اور پھر انہی والدین کو آنکھیں دکھاتے ہیں ۔

اس سائنسی دور نے انسان کو مادہ پرست بنا دیا ہے۔ دولت کی چکا چوند نے ان کے ذہنوں کو ماؤف کر دیا ہے جس کی وجہ سے جدید ٹیکنالوجی نے آج کل کے بچوں کو ہپناٹائز کر لیا ہے کہ یہ انہی کے اسیر ہو کر رہ گئے ہیں۔ وہ انہیں جو دیکھانا چاہتے ہیں اور جدھر لے کر جانا چاہتے ہیں ریموٹ کنٹرول کی طرح ان کو کنٹرول کر رہے ہیں۔ اب اولاد کا قد باپ کے قد سے بڑا ہو جائے تو بجائے باپ فخر کرنے کے اس کو یہ فکر لاحق ہو جاتی ہے کہ اب میری حیثیت گھر میں آہستہ آہستہ کم ہوتی جائے گی۔ ماں باپ کے اندر جو خوف لاحق ہوتا ہے۔ اس حوالے سے معاشرے کی سلگتی ہوئی تلخ حقیقت کو طنزیہ انداز میں لیاقت علی لیاقت نے بیان کیا ہے:

ے "بیٹے کا قد باپ سے جب نکلنے لگا
خوشی کے ساتھ فکر بھی اس کو لاحق ہوئی

اس نے یہ سوچا واردات دنیا داری ہیں
شاید کے گھر سے حیثیت اب تو میری گئی"[۱۸]

ہماری نوجوان نسل جس کی توجہ پڑھائی کی طرف کم اور ارد گرد کے حالات و واقعات کی طرف زیادہ ہے۔ ہمارا معاشرہ جو کہ آج جدید ٹیکنالوجی کے زد میں آ چکا ہے۔ نئی نوجوان نسل اِسی جدیدیت میں غرق ہو چکی ہے۔ اور والدین کو لگتا ہے کہ اُن کے بچے تعلیم حاصل کرنے میں محو ہیں۔ حالانکہ ایسا کچھ نہیں ہوتا۔ ماں باپ اولاد کو علم کے میدان میں جھنڈے گاڑنے کی دعا دیتے ہیں تاکہ پڑھ لکھ کر ماں باپ اور ملک و ملت کا نام روشن کریں لیکن آج کل کی نئی پود حالات حاضرہ پر گہری نظر رکھے ہوئے ہے۔ یہ حالات مثبت اور منفی دونوں صورت حال کی طرف اشارہ ہے۔ ڈاکٹر مظہر عباس رضوی طنزیہ انداز میں ایسے نوجوانوں کا تذکرہ کر رہے ہیں جنہوں نے مہنگائی کا جو توڑ نکالا ہے وہ ماں باپ کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔

ے "رکھتا ہے گہری نظر اس کو نہ احمق سمجھو
علم کے دشت میں گاڑے گا وہ جھنڈا لے کر
جب سنا اس نے کہ انڈے ہیں گرانی کا شکار
آگیا میرا بشیر ٹیسٹ میں انڈہ لے کر"[۱۹]

فی زمانہ ماں باپ سے بے لوث محبت کا رشتہ مفقود ہو چکا ہے۔ ہمارا سسٹم بھی یورپی ممالک کی طرح ہوتا چلا جا رہا ہے جہاں بچوں کو ماں باپ سے قلبی لگاؤ نہیں ہوتا۔ وہ ماں باپ کو بوجھ سمجھتے ہیں۔ انہیں صرف اس بات سے غرض ہوتی ہے کہ انہوں نے ترکہ میں ہمارے لیے کیا چھوڑا ہے۔ ماں باپ کی خدمت کے بجائے ان کے بڑھاپے میں اس دنیا سے چلے جانے کے خواہش مند ہوتے ہیں تاکہ انہیں جلد سے جلد وراثت میں ان کا حصہ ملے۔ ماں باپ کی خدمت کا تو نہیں البتہ انہیں اس بات کا پورا علم ہوتا ہے کہ انہیں حصے میں کتنا ملنا چاہیے۔ اسے اپنا حق سمجھ کر وصول کرتے ہیں لیکن اپنے فرائض سے نابلد ہوتے ہیں ایسی ہی بے حس اولاد کی عکاسی ظریف لکھنوی نے "تمنا" قطعہ میں کر کے ان کی اسی آرزو کا ذکر طنزیہ انداز میں کیا ہے۔

ے "کہتی ہے سدا صاحب مقدور کی اولاد
ترکہ ملے ہم کو، ارے جلدی کہیں مر بھی"[۲۰]

Vol.4, No.2, June-2024
Page no: 38-49

ہمارے طنز و مزاح لکھنے والے شعراء کرام نے اپنی قلم کی طاقت کا بھرپور استعمال کرتے ہوئے ہمیں معاشرے کی ان بھیانک حقیقتوں سے روشناس کرانے کی سعی کی ہے جس کی بدولت بدلتے ہوئے وقت کے تناظر میں ہماری نوجوان نسل جس بے راہ روی کا شکار ہوتی چلی جارہی ہے جس کی ہمیں فکر ہی نہیں۔ یہ ایک ایسا زہر بن کر اپنے جسم و روح میں سرایت کر رہا ہے جس کا اثر آہستہ آہستہ اپنے رگ و پے میں جذب ہو کر ہمیں اور ہمارے معاشرے کو مفلوج کرتا چلا جارہا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنے آپ کو سنبھالیں، اپنی آنکھیں کھلی رکھیں کیونکہ جدید ٹیکنالوجی نے ہمارے نوجوان نسل کو اپنا ایسا گرویدہ بنالیا ہے اور یہ نوجوان نسل اس راہ پر چل کر خود کھائی میں دھکیل رہی ہے۔ اس کے وار سے ان کو بچانا بہت مشکل ہوتا چلا جارہا ہے۔ ہماری نئی پود جو ہمارا اثاثہ ہے۔ اس کو اِن جگمگاتی اور جھلملاتی دنیا کی چکاچوند سے کس طرح بچانا ہے یہ ہم سب کا معاشرتی فریضہ ہے۔

یہ ایسی تلخ حقیقت ہے جس نے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہماری آنکھیں کھول دی ہیں۔ والدین کی یہ ذمہ داری ہے کہ اس نازک دور میں نوجوان نسل کی اس طرح پرورش کریں کہ وہ نہ صرف اس دنیا بلکہ آنے والے دور کے تقاضوں اور حالات و واقعات سے نبرد آزما ہو کر والدین اور ملک و ملت کا نام روشن کریں جس میں والدین کے ساتھ ساتھ اساتذہ کرام کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ موجودہ وقت کی نزاکتوں کو سمجھتے ہوئے انہیں معاشرے کا فعال رکن بنائیں۔

نوجوان نسل کے اردگرد رہنے والے لوگ اُن کی اصلاح میں اپنا کردار ادا کریں کیونکہ اسی طرح میڈیا اور بے حیائی کے اس اژدھے کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔ اپنی قیمتی سرمائے (نوجوان نسل) کو ترقی کے زینے پر گامزن کیا جاسکتا ہے۔ نوجوان اپنی صحیح جگہ جانیں گے تب ہی معاشرہ بھی سدھار کی طرف آ سکتا ہے۔ اس سلسلے میں ہر ایک کو اپنی ذمہ داری کا احساس کرنا چاہیے۔ کیونکہ انہیں اس طرح بے لگام گھوڑے کی طرح چھوڑ دیا جائے تو اس سے سراسر ان کا تو نقصان ہے ہی معاشرہ بھی زوال کا شکار ہوتا جاتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہم بھی اپنا فریضہ احسن طریقے سے سرانجام دیں تاکہ اُن کی بھی اصلاح ہو سکے اور ہم بھی سرخرو ہو سکیں۔

## حوالہ جات:

[۱] شاہد، سرفراز، قطعہ، گفتہ شگفتہ (اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز، ۲۰۰۲ء) ص ۶۲۔

[۲] جیدی، اطہر شاہ خان، قطعہ، مشمولہ: مزاحیہ مشاعرہ، مرتبہ: شاکر حسین شاکر (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء) ص ۱۶۔

[۳] بخاری، گلزار، قطعہ، مشمولہ: مزاحیہ شاعری کا انسائیکلوپیڈیا، مرتبہ: یوسف مثالی (لاہور: مشتاق بک کارنر، س ن) ص ۲۶۳۔

۴ جعفری، ضمیر ،سید، قطعہ ، نشاط تماشا، فکاہی کلیات (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۳ء) ص ۶۶۷۔

۵ مفتی، ممتاز ، خاکہ ست رنگا، ضمیر جعفری، مطبوعہ : چہار سو (شمارہ ۲۳_ ۲۴ مئی، جون ۱۹۹۴ء) ج ۲، ص ۶۳۔

۶ سواتی، نیاز ، مشمولہ : ابا کہاں سے لبھّا تھا، انتخاب : خالد مسعود خان (اسلام آباد : فن پبلی کیشنز، مارچ ۲۰۰۵ء) ص ۲۱۸۔

۷ شاہد سر فراز ، ڈش انٹینا (اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء) ص ۲۸۳۔

۸ پارس، افضل، قطعہ ، پیو یار تنگ نہ کر (لاہور: سجاد پبلی کیشنز،جون، ۲۰۰۸ء) ص ۳۱۔

۹ سرحدی، محمود ، مرزا، قطعہ ، مشمولہ: بہترین مزاحیہ شاعری، انتخاب: محسن ورک (لاہور: علم و دوست پبلی کیشنز، س ن ) ص ۱۴۷۔

۱۰ چشتی، مجذوب، قطعہ ، مشمولہ: مرچیں، مرتبہ : زاہد فخری (لاہور: خزینہ علم و ادب، ۲۰۰۵ء) ص ۲۰۴۔

۱۱ لیاقت، لیاقت علی، قطعہ ، باقی تو سب ٹھیک ہے (لاہور: الطاف ایجو کیشنل پبلشرز، نومبر ۲۰۰۶ء) ص ۶۲۔

۱۲ جاوید، انعام الحق ،ڈاکٹر، قطعہ ، مشہور مزاحیہ شاعری، ص ۵۹۔

۱۳ ضیاء الحق ، قاسمی، قطعہ ، مشمولہ: لاجواب مزاحیہ شاعری، مرتبہ: فیاض علی، سید (کراچی: رحمٰن بک ہاؤس، س۔ن) ص ۱۱۸۔

۱۴ لیاقت، لیاقت علی، قطعہ ، باقی تو سب ٹھیک ہے، ص ۶۷۔

۱۵ کوثر، فردوس، پاکستانی طنزیہ اور مزاحیہ شاعری کے سیاسی و سماجی محرکات کا تنقیدی جائزہ، (۱۹۴۷ تا ۲۰۱۷) مقالہ: پی_ایچ_ڈی (اسلام آباد: نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، ۲۰۱۷ء) ص ۱۳۱۔

۱۶ عباس، مظہر، رضوی، ڈاکٹر، قطعہ ، گڑ بڑ گھٹالہ (اسلام آباد: بزم اکبر، ۲۰۰۵ء) ص ۵۴۔

۱۷ جعفری، ضمیر ،سید، قطعہ ، سرگوشیاں (اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز، ۱۹۹۸ء) ص ۱۸۔

۱۸ لیاقت، لیاقت علی، قطعہ ، باقی تو سب ٹھیک ہے، ص ۸۳۔

۱۹ عباس، مظہر ، رضوی، ڈاکٹر، قطعہ ، گڑ بڑ گھٹالہ، ص ۱۲۸۔

۲۰ لکھنوی، ظریف، قطعہ ، مشمولہ: لاجواب مزاحیہ شاعری، مرتبہ: فیاض علی، سید (کراچی: رحمٰن بک ہاؤس، س ن ) ص ۷۳۔